بے پردگی کا سیلاب

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

کچھ عرصے سے علماء، مسلمان اہل فکر اور دینی جماعتوں کی بیشتر توجہ ملک کے سیاسی اور قانونی مسائل کی طرف اس شدت سے مبذول رہی ہے کہ بہت سے اہم معاشرتی مسائل پیچھے چلے گئے ہیں، اور ان کی طرف توجہ یا تو بالکل نہیں رہی یا بہت کم رہی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک طرف جس سست رفتاری سے سیاست اور قانون میں دین کا عمل دخل شروع ہوا ہے، دوسری طرف اس سے کہیں زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ معاشرت بالکل الٹی سمت میں بے دینی کی طرف دوڑ رہی ہے، بے پردگی اور بے حیائی گھر گھر پھیل چکی ہے، عریانی وفحاشی نے حیا وعفت کا مفہوم تک ذہنوں سے محو کر دیا ہے، بڑوں کا احترام اور خاندانی رشتوں کے اسلامی آداب قصۂ پارینہ بن چکے ہیں، دفتروں میں رشوت ستانی اور بازاروں میں سود، قمار، اور دھوکہ فریب کو شیر مادر سمجھ لیا گیا ہے، اور اب ان برائیوں کی قباحت بھی دلوں سے مٹ چکی ہے۔

ان بہت سے مسائل میں سے آج کی نشست میں بے پردگی اور بے حیائی کے مسئلے پر چند دردمندانہ گزارشات قارئین کی خدمت میں پیش کرنی ہیں، جن کا تعلق عام مسلمانوں سے بھی ہے، علماء اور اہل فکر سے بھی اور حکومت وقت سے بھی۔

اسلام نے خواتین کو عزت وحرمت کا جو مقام بخشا ہے، اور اس کے تقدس کی حفاظت کے لئے جو تعلیمات دی ہیں، وہ دنیا بھر کے مذاہب اور اقوام میں ایک منفرد حیثیت کی حامل ہیں، اسلام نے ایک طرف عورت کی حرمت اور دوسری طرف اس کے جائز تمدنی اور معاشرتی حقوق کا تحفظ کرنے کے لئے وہ احکام عطا فرمائے ہیں ان کی حکمتوں کا احاطہ انسانی عقل کے ادارک سے بالاتر ہے۔ مسلمان عورت اپنی عزت کے تحفظ کے ساتھ تمام ضروری تمدنی حقوق رکھنے کے باوجود تلاش معاش میں ماری ماری پھرنے کے لئے نہیں، بلکہ گھر کی ملکہ بننے کے لئے پیدا ہوئی ہے، اسی لئے شریعت نے اس کی عمر کے کسی مرحلے میں فکر معاش کا بوجھ اس کی گردن پر نہیں ڈالا۔ خال خال صورتیں تو مستثنیٰ ہیں، لیکن عام حالات میں شادی

سے پہلے اس کے معاش کی ذمہ داری باپ پر اور شادی کے بعد شوہر یا اولاد پر ڈالی گئی ہے، لہٰذا ناگزیر ضرورتوں کو چھوڑ کر، عام طور پر اسے معاش کے لئے سڑکین چھاننے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ اس کی عزت وآبرو اور اس کی حرمت وتقدس کو سلامت رکھنے کے لئے یہ حکم دیا گیا ہے کہ:

﴿وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولىٰ﴾ یعنی: ''اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو، اور پچھلی جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار کر کے باہر نہ پھرا کرو''۔

ضرورت کے موقع پر عورت کو گھر سے باہر جانے کی اجازت بھی اسلام نے دی ہے، لیکن اس طرح کہ وہ پردے کے آداب وشرائط کو ملحوظ رکھ کر بقدرِ ضرورت باہر نکلے، اور اپنے آپ کو ہوسناک نگاہوں کا نشانہ بننے سے بچائے۔ اس غرض کے لئے مرد وعورت کے درمیان فطری تقسیم کار یہ رکھی گئی ہے کہ مرد کمائے اور عورت گھر کا انتظام کرے، اور مرد کے لئے کما کر لانا عورت پر اس کا کوئی احسان نہیں، اس کا لازمی فریضہ ہے۔ بلکہ اس معاملے میں اسلام نے عورت کو یہ فضیلت اور امتیاز بخشا ہے کہ گھر کا انتظام بھی قانونی طور پر اس کی ذمہ داری نہیں ہے، اخلاقی طور پر اس کو اس بات کی ترغیب ضرور دی گئی ہے کہ وہ شوہر کے گھر کی دیکھ بھال کرے۔ لیکن اگر کوئی عورت اپنی اس اخلاقی ذمہ داری کو پورا نہ کرے تو مرد اس کو بزورِ قانون اس پر مجبور نہیں کر سکتا، اس کے برخلاف مرد پر عورت کے لئے کمانے کی ذمہ داری اخلاقی بھی ہے اور قانونی بھی۔ اور اگر کوئی مرد اس میں کوتاہی کرے تو عورت بزورِ قانون اسے اس ذمہ داری کی ادائیگی پر مجبور کر سکتی ہے۔

اسلام نے عورت کو یہ امتیاز اس لئے عطا فرمایا ہے تا کہ وہ سب معاش کی الجھنوں میں پڑ کر معاشرتی برائیوں کا سبب بننے کے بجائے گھر میں رہ کر قوم کی تعمیر کی خدمت انجام دے۔ گھر کا ماحول معاشرے کی وہ بنیاد ہے جس پر تمدن کی پوری عمارت کھڑی ہوتی ہے، اگر یہ بنیاد خراب ہو تو اس کا فساد پورے معاشرے میں سرایت کر جاتا ہے، اس کے برعکس اگر ایک مسلمان خاتون اپنے گھر کے ماحول کو سنوار کر ان نونہالوں کی صحیح تربیت کرے جنہیں آگے چل کر قوم وملک کا بوجھ اٹھانا ہے تو ساری قوم خود کار طریقے سے سنور سکتی ہے، اور اس طرح مرد وعورت کی عزت وآبرو کا پورا تحفظ ہوتا ہے، اور دوسری طرف ایک ایسا ستھرا گھریلو نظام وجود میں آتا ہے جو مآل کار پورے معاشرے کی پاکیزگی کا ضامن بن سکتا ہے۔

لیکن جس ماحول میں معاشرے کی پاکیزگی کوئی قیمت ہی نہ رکھتی ہو اور جہاں عفت وعصمت کے بجائے اخلاق باختگی اور حیا سوزی کو منتہائے مقصود سمجھا جاتا ہو، ظاہر ہے کہ وہاں اس تقسیم کار اور پردہ وحیا کو نہ صرف غیر ضروری بلکہ راستے کی رکاوٹ سمجھا جائے گا۔ چنانچہ جب مغرب

میں تمام اخلاقی اقدار سے آزادی کی ہوا چلی تو مرد نے عورت کے گھر میں رہنے کو اپنے لئے دوہری مصیبت سمجھا، ایک طرف تو اس کی ہوسناک طبیعت عورت کی کوئی ذمہ داری قبول کئے بغیر قدم قدم پر اس سے لطف اندوز ہونا چاہتی تھی، اور دوسری طرف وہ اپنی قانونی بیوی کی معاشی کفالت کو بھی ایک بوجھ تصور کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے دونوں مشکلات کا جو عیارانہ حل نکلا اس کا خوبصورت اور معصوم نام ''تحریک آزادی نسواں'' ہے، عورت کو یہ پڑھایا گیا کہ تم اب گھر کی چاردیواری میں قید ہی رہو، اب آزادی کا دور ہے۔ اب تک تمہیں حکومت وسیاست کے ایوانوں سے بھی محروم رکھا گیا ہے، اب تم باہر آکر آزادی کی جدوجہد میں برابر کا حصہ لو، تو دنیا بھر کے اعزازات اور اونچے اونچے منصب تمہارا نتظار کر رہے ہیں۔

عورت بے چاری ان دلفریب نعروں سے متاثر ہو کر گھر سے باہر آگئی اور پروپیگنڈے کے تمام وسائل کے ذریعے شور مچا مچا کر اسے یہ باور کرا دیا گیا کہ اسے صدیوں کی غلامی کے بعد آج آزادی ملی ہے، اور اب اس کے رنج ومحن کا خاتمہ ہو گیا ہے، ان دلفریب نعروں کی آڑ میں عورت کو گھسیٹ کر سڑکوں پر لایا گیا، اسے دفتروں میں کلرکی عطا کی گئی، اسے اجنبی مردوں کے پرائیویٹ سیکرٹری کا ''منصب'' بخشا گیا، اسے ''اسٹینوٹائپسٹ'' بننے کا ''اعزاز'' دیا گیا، اسے سینکڑوں انسانوں کی حکم برداری کے لئے ''ائیر ہوسٹس'' کا ''عہدہ'' عنایت کیا گیا، اسے تجارت چمکانے کے لئے ''سیلز گرل'' اور ''ماڈل گرل'' بننے کا شرف بخشا گیا، اور اس کے ایک ایک عضو کو برسر بازار رسوا کر کے گاہوں کو دعوت دی گئی کہ آؤ اور ہم سے مال خریدو، یہاں تک کہ وہ عورت جس کے سر پر دین فطرت نے عزت وآبرو کا تاج رکھا تھا، اور جس کے گلے میں عفت وعصمت کے ہار ڈالے تھے، تجارتی اداروں کے لئے ایک شوپیس اور مرد کی تھکن دور کرنے کے لئے ایک تفریح کا سامان بن کر رہ گئی۔

نام یہ لیا گیا تھا کہ عورت کو ''آزادی'' دے کر سیاست وحکومت کے ایوان اس کے لئے کھولے جا رہے ہیں، لیکن ذرا جائزہ لے کر تو دیکھئے کہ اس عرصے میں خود مغربی ممالک کی کتنی عورتیں صدر، وزیر اعظم یا وزیر بن گئیں؟ کتنی خواتین کو جج بنایا گیا؟ کتنی عورتوں کو دوسرے بلند مناصب کا اعزاز نصیب ہوا؟ اعداد وشمار جمع کئے جائیں تو ایسی عورتوں کا تناسب بمشکل چند فی لاکھ ہوگا، ان گنی چنی خواتین کو کچھ مناصب دینے کے نام پر باقی لاکھوں عورتوں کو جس بے دردی کے ساتھ سڑکوں اور بازاروں میں گھسیٹ لایا گیا ہے وہ ''آزادی نسواں'' کے فراڈ کا المناک ترین پہلو ہے۔ آج یورپ اور امریکہ میں جا کر دیکھئے تو دنیا بھر کے تمام نچلے درجے کے کام

عورت کے سپرد ہیں۔

ریستورانوں میں کوئی مرد ویٹر شاذ ونادر ہی کہیں نظر آئے گا، ورنہ یہ خدمات تمام تر عورتیں انجام دے رہی ہیں، ہوٹلوں میں مسافروں کے کمرے صاف کرنے، ان کے بستر کی چادریں بدلنے اور ''روم اٹنڈنٹ'' کی خدمات تمام تر عورتوں کے سپرد ہیں۔ دکانوں پر مال بیچنے کے لئے مرد خال خال نظر آئیں گے، یہ کام بھی عورتوں ہی سے لیا جارہا ہے، دفاتر کے استقبالیوں پر عام طور سے عورتیں ہی تعینات ہیں، اور بیرے سے لے کر کلرت تک کے تمام ''مناصب'' زیادہ تر اسی صنفِ نازک کے حصے میں آئے ہیں، جسے ''گھر کی قید سے آزادی'' عطا کی گئی ہے۔

پروپیگنڈے کی قوتوں نے یہ عجیب وغریب فلسفہ ذہنوں پر مسلط کردیا ہے کہ عورت اگر اپنے گھر میں اپنے اور اپنے شوہر، ماں باپ، بہن بھائیوں اور اولاد کے لئے خانہ داری کا انتظام کرے تو یہ قید اور ذلت ہے، لیکن وہی عورت اجنبی مردوں کے لئے کھانا پکائے، ان کے کمروں کی صفائی کرے، ہوٹلوں اور جہازوں میں ان کی میزبانی کرے، دوکانوں پر اپنی مسکراہٹوں سے گاہکوں کو متوجہ کرے اور دفاتر میں اپنے افسروں کی ناز برداری کرے تو یہ ''آزادی'' اور ''اعزاز'' ہے! اناللہ وانا الیہ راجعون!

پھر ستم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ عورت کسب معاش کے لئے آٹھ آٹھ گھنٹے کی یہ سخت اور ذلت آمیز ڈیوٹیاں ادا کرنے کے باوجود اپنے گھر کے کام دھندوں سے اب بھی فارغ نہیں ہوئی۔ گھر کی تمام خدمات آج بھی پہلے کی طرح اسی کے ذمے ہیں، اور یورپ اور امریکہ میں اکثریت ان عورتوں کی ہے جن کو آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی دینے کے بعد اپنے گھر پہنچ کر کھانا پکانے، برتن دھونے اور گھر کی صفائی کا کام اب بھی کرنا پڑتا ہے۔

یہ تو اسی نام نہاد ''آزادی'' کے وہ نتائج ہیں جو خود عورت اپنی ذاتی زندگی میں بھگت رہی ہے، اور مرد وزن کے بے محابا اختلاط سے پورے معاشرے میں بداخلاقی، جنسی جرائم، بے راہ روی اور آوارگی کی جو تباہ کن وبائیں وہاں پھوٹی ہیں، وہ کسی بھی باخبر انسان سے پوشیدہ نہیں۔

عائلی نظام کی اینٹ سے اینٹ بج گئی ہے، حسب ونسب کا کوئی تصور باقی نہیں رہا، عفت وعصمت داستان پارینہ بن چکی ہے، طلاقوں کی کثرت نے گھر کے گھر اجاڑ دیئے ہیں، جنسی جنون تصور کی خیالی سرحدیں بھی پار کرچکا ہے، اور فحاشی کے عفریت نے انسانیت کی ایک ایک قدر کو بھنبھوڑ کر رکھ دیا ہے۔

یہ واقعات کسی خیالی دنیا کے نہیں ہیں، یہ مغرب ممالک کے وہ ناقابل انکار حالات ہیں جن کا ہر شخص وہاں جاکر مشاہدہ کرسکتا ہے، اور جو لوگ وہاں نہیں جاسکے، ان حالات کی خبریں لازماً ان تک بھی پہنچتی رہتی ہیں، تقلید مغرب کے جو شائقین شروع شروع میں وہاں جاکر آباد ہوئے، کچھ عرصے تک وہاں کی چمک دمک کی سیر کرنے

کے بعد جب خود صاحب اولاد ہوئے، اور اپنی بچیوں کا مسئلہ سامنے آیا تو ان کی پریشانی اور بے چینی کا یہاں رہ کر اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔

سوال یہ ہے کہ کیا کوئی مسلمان -جس کے دل میں ایمان کی کوئی رمق موجود ہو- یہ پسند کر سکتا ہے کہ خدانخواستہ یہ گھناؤنے حالات ہمارے اپنے ملک اور اپنے معاشرے میں بھی دہرائے جائیں، اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو یہ کیا ستم ہے کہ ہم بھی رفتہ رفتہ بے پردگی اور بے حجابی کے اسی راستہ پر چل رہے ہیں، جس نے مغرب کو معاشرتی تباہی اور اخلاقی دیوالیہ پن کے آخری سرے تک پہنچا دیا ہے۔

ایک زمانہ تھا کہ مسلمان خاندان کی خواتین کی سواری پر بھی پردے بندھے ہوئے ہوتے تھے، اور پردہ شرافت و عالی نسبی کا نشان سمجھا جاتا تھا، لیکن آج انہی شریف گھرانوں کی بیٹیاں بازاروں میں برہنہ سر گھوم رہی ہیں، بڑے شہروں میں تو نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ شہر میں برقع کی شکل خال خال ہی کہیں نظر آتی ہے، بے پردگی کے سیلاب نے حیا و غیرت کا جنازہ نکال کر رکھ دیا ہے، اور دیندار گھرانوں میں بھی پردے کی اہمیت کا احساس روز بروز گھٹ رہا ہے۔

بعض لوگ بے پردگی کی حمایت میں یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ ہماری بے پردگی کو یورپ اور امریکہ کی بے پردگی پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، اور یہاں کی بے پردگی وہ نتائج پیدا نہیں کرے گی جو مغرب میں پیدا ہو چکے ہیں، لیکن خوب سمجھ لیجئے کہ جو کچھ مغرب میں ہوا یا ہو رہا ہے، وہ فطرت کے ساتھ بغاوت کے لازمی اور منطقی نتائج ہیں، یہ بغاوت جہاں کہیں ہوگی، اپنے انہی منطقی نتائج تک پہنچ کر رہے گی، ان نتائج کو کھوکھلے فلسفوں سے نہیں روکا جا سکتا، اور جو لوگ بے پردگی کو فروغ دینے کے بعد معاشرے میں عفت و عصمت باقی رکھنے کے دعوے کرتے ہیں، یا تو خود احمقوں کی جنت میں بستے ہیں یا دوسروں کی آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتے ہیں، واقعات اس بات کے گواہ ہیں کہ جب سے ہمارے معاشرے میں بے پردگی کا رواج بڑھا ہے، اسی وقت سے اغواء، زنا اور دوسرے جرائم کی شرح کہیں سے کہیں پہنچ گئی ہے، اور اس طرح جس مقدار میں ہم بے پردگی کی طرف بڑھے ہیں، اسی تناسب سے مغربی تہذیب کی لعنتیں بھی ہمارے یہاں سرایت کر گئی ہیں۔

ان لعنتوں کے سدباب کا اگر کوئی راستہ ہے تو صرف یہ کہ ہم پردے کے سلسلے میں اپنے طرزِ عمل کو بدل کر دینِ فطرت کی انہی تعلیمات کی طرف لوٹیں جنہوں نے ہمیں پاکیزہ زندگی گزارنے کا طریقہ سکھایا ہے۔

افسوس یہ ہے کہ پروپیگنڈے اور خراب ماحول کے زیر اثر رفتہ رفتہ بے پردگی کی برائی ذہنوں سے محو ہوتی

جارہی ہے اور جن گھرانوں کے بارے میں کبھی بے پردگی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا، اب وہاں بھی پردہ ختم ہورہا ہے، گھر کے وہ بڑے جو بذاتِ خود بے پردگی کو برا سمجھتے ہیں، وہ رفتہ رفتہ اس سیلاب کے آگے سپر ڈال رہے ہیں اور ہمارے نزدیک اس سیلاب کی تیز رفتاری کا بڑا سبب یہی ہے اگر یہ لوگ سپر ڈالنے کے بجائے اپنے گھر والوں کا ذہن بنانے کی فکر کریں، انہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام یاد دلائیں، ان احکام کی نافرمانی کی سنگین نتائج سے آگاہ کریں اور انہیں یہ باور کرادیں کہ وہ اپنی موجودگی میں اپنے گھر کی خواتین کو بے پردہ نہیں دیکھیں گے، تو انشاء اللہ اس سیلاب پر روک ضرور قائم ہوگی۔

ہمارے خطباء اور واعظ حضرات نے بھی ایک مدت سے اس مسئلے کی وضاحت چھوڑ رکھی ہے، اور اس اسلامی حکم کی تعلیم و تبلیغ میں بھی بہت سستی آگئی ہے، شاید یہ خیال ہونے لگا ہے کہ اس معاملے میں وعظ و نصیحت بے اثر ہوچکی ہے، لیکن خوب سمجھ لینا چاہیے کہ داعی حق کا کام یہ ہے کہ وہ تھکنے اور مایوس ہونے کے بجائے اپنے حصے کا کام انجام دیتا رہے، نتائج تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں، لیکن داعی کا کام یہ ہے کہ وہ دعوت کو سست نہ پڑنے دے، تجربہ اس بات کا گواہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ جو بات کہی جاتی ہے، وہ ایک نہ ایک دن اپنا اثر ضرور دکھاتی ہے۔ یہ قرآن کریم کا وعدہ ہے: ﴿وذكر فإن الذكرى تنفع المؤمنين﴾ یعنی: ''اور نصیحت کرو، کہ بلاشبہ نصیحت مومنوں کو فائدہ پہنچاتی ہے''۔

حالات بلاشبہ تشویش ناک ہیں، لیکن بفضلہٖ تعالیٰ ابھی ہمارا معاشرہ اس مقام پر نہیں پہنچا جہاں اصلاح کی کوئی امید باقی نہیں رہتی، ہزار غفلتوں اور کوتاہیوں کے باوجود بحمد للہ ابھی دلوں میں اللہ تعالیٰ پر، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہدایات اور یوم آخرت پر ایمان موجود ہے، اور اس دولتِ ایمان کی وجہ سے ابھی دعوت و تبلیغ کے لئے لوگوں کے کان بالکل بند نہیں ہوئے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ اخلاص اور حکمت کے ساتھ مؤثر انداز میں حق کی دعوت متواتر پہنچتی رہے، اگر خدانخواستہ اس مرحلے پر اس فریضے میں کوتاہی جاری رہی تو اصلاح کی کوششیں روز بروز مشکل تر ہوتی جائیں گی، اور خدا نہ کرے کہ ہمارے معاشرے میں وہ صورتِ حال پیدا ہو جس سے آج مغربی ممالک دوچار ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں وہ روزِ بد نہ دکھائے اور اصلاحِ حال کے لئے اپنے حصے کا کام صدق و اخلاص اور لگن کے ساتھ کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

وما علينا إلا البلاغ.

☆☆......☆☆